املا :- مولانا عبیداللہ سندھیؒ

اردو ترجمہ

عبقات

عبقہ ۱۱ - وجود منبسط جو قیوم حقائق ہے یہی وہ نور ہے جسے نور وجہ اللہ کہا جاتا ہے اسی سبب سے ساتوں آسمان روشن ہوئے ہیں - یہی اللہ کا وہ حجاب ہے اگر اسے یک طرف کردے تو وجہ اللہ کے انوار اس مخلوق کو جلا دیں جہاں تک وجہ اللہ کی نظر پہنچی ہے اور یہی اللہ کی رحمت کا وہ بحر ہے جس میں سب کچھ سما جاتا ہے اس لیے اسے سمجھنا چاہیے کہ خالص نور ہے اور پورا ظہور ہے کسی طرح پر حقائق امکانیہ کا منتظر نہیں نہ وجود میں اور نہ تعین میں۔ یعنی حقائق امکانیہ کے لاحق ہونے پر اس میں کوئی درجہ وجود کا یا تعین کا پیدا نہیں ہوتا بلکہ وہ دوسرے کو موجود اور متعین کردیتا ہے اور اس لیے تمام حقائق امکانیہ کا قیوم بن گیا۔

تو وجود منبسط کی نسبت ظلال ماہیات سے ویسی نہیں جیسے کہ ہیولیٰ کی نسبت صورت کی طرف ہوتی ہے - اس لیے کہ ہیولیٰ صورت کے سبب سے متعین ہوتا ہے اور نہ اس کی نسبت ظلال کی طرف ویسی ہے جیسی صورت کی نسبت ہیولیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ اس لیے کہ صورت ہیولیٰ میں حلول کرتی ہے بلکہ یہاں تو نسبت قیومیت کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ اور نسبت قیومیت بہت زیادہ مشابہ ہے اس نسبت کے ساتھ

جو منشأ انتزاع کو انتزاعیات کے ساتھ ہوتی ہے۔

(سطعات میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی ایک مجمل عبارت
کی تفصیل)

وُجود منبسط چونکہ ایک امر بسیط ہے جس سے مختلف آثار اور متنوع احکام صادر نہیں ہوتے۔ اس میں نوریت اور ظہوریت اور ہیئت انبساطیہ کے سوا اور کچھ نہیں اور یہ حقیقت اسے مسمی کی طرف سے ملی ہے جس کی وجہ سے وہ ہر ظل کی قیومیت کے قابل بن گیا۔ اس لیے اس کے حقیقت کا یہ تقاضا ہے کہ مختلف ظلال کے اس پر وارد ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ ایسے ہی حوادث کے ایک دوسرے کے بعد آنے سے بھی مانع نہیں ہے اور ہر قسم کے تصرفات اور تقالیب کے قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ نور کو اگر کوئی چیز ملے تو اس کے تنویر سے بخل کرسکتا ہے اور ایسا ممکن ہے کہ آئینہ کی صورت کے عکس لینے میں انکار کرے؟ جب کہ وہ صورت اس کے سامنے آجائے۔ چونکہ ظلال مختلف آثار اور متمایز الاحکام ہیں اس لیے کہ وہ مختلف حقائق سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے وجود منبسط کو ایک قسم کی مشابہت مادہ سے اور ظلال کو صورت سے پیدا ہوجاتی ہے اس لیے شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنی بعض کتابوں میں وجود منبسط کو مادہ اور ظلال کو صورت کہا ہے اور یہ تعبیر بطور مجاز (تشبیہی طریقے سے) ہے نہ کہ حقیقی طریقے پر تو اس سے غفلت نہ برتنا۔

(سطعات کی دُوسری توجیہ)

یہاں وجود منبسط کو مادہ اور ظلال کو صورت کہنے کے لیے ایک اور وجہ تشبیہ بھی پائی جاتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عام لوگوں کے ذہن جس چیز کو سب سے پہلے حاصل کرتے ہیں اور جو چیز سب سے پہلے ان کے فہم سے متصل ہوتی ہے وہ ہویت یا شخصیت ہوتی ہے اور وہ بعینہ قیوم کا دُوسرا نام ہے لیکن عام اذہان متنبہ نہیں ہوتے کہ ہم قیوم کا ادراک کررہے ہیں بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ظلال کو جان رہے ہیں اور وہ وحدت قیومہ کے پھیلنے کے راز کو نہیں سمجھ سکتے تو پہلی وہ چیز جس کو ہمارے فہم ادراک

کرتے ہیں وہ انسان کا گوشت اور چربی ہے۔ پھر بہت سے گہرے تفکر کرنے کے بعد یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جس چیز کو ہم دیکھ رہے ہیں وہ عناصر ہیں اور وہ عناصر اپنی اصل شکل پر قائم ہیں لیکن ان کو لحمیہ اور شحمیہ عارض ہوگئی ہے۔ یعنی وہ عناصر ایسی شکل میں آگئے ہیں کہ ان سے لحم اور شحم کے آثار صادر ہوتے ہیں اور ان کے حصص عناصر سے انتزاع کیے جاتے ہیں تو حاصل یہ نکلا کہ قیوم تحقق میں تو ظاہر ہے اور تنبہ میں باطن ہے اور ظلال اس کے بالعکس ہیں یعنی تنبہ میں ظاہر ہیں اور تحقق میں باطن ہیں۔

جو چیز تنبہ میں ظاہر ہے وہ صورت میں متشابہ ہے اور جو چیز تنبہ میں باطن ہے وہ مادہ سے متشابہ ہے۔ اس لیے وجود منبسط کو مادہ اور ظلال کو صورت مجازاً کہہ سکتے ہیں۔

عبقہ ۱۲۔ حقائق امکانیہ جو اصول ظلال ہیں آپس میں مختلف ہیں اس لیے ان سے متفرع ہونے والے ظلال بھی آپس میں آثار اور احکام متغایر رکھتے ہیں اس کے بعد جب یہ مختلف ظلال قیوم سے اتصال پیدا کرتے ہیں تو ایسی شخصیات حادث ہوتی ہیں جن میں نئے نئے آثار اور عجیب احکام نظر آتے ہیں۔ یہ احکام نہ تو تنہا ظلال میں پائے جاتے ہیں اور نہ تنہا قیوم میں ملتے ہیں بلکہ قیوم اور ظلال کے اتصال نے ترکیبی صورت میں یہ نئی چیزیں پیدا کر ڈالیں۔

کیا تو نہیں دیکھتا؟ جو جو میں پانی کے باریک اجزاء پھیلے ہوئے ہیں تو ان میں کوئی رنگ نہیں ہوتا لیکن انھیں آنکھ بھی نہیں دیکھ سکتی اور پھر جس وقت ان پانی کے اجزاء اور آفتاب کی شعاع میں ایک خاص طریقے کی محاذات پیدا ہوجاتی ہے تو ان میں ایک شعاع کا ظل نظر آنے لگتا ہے جس میں نورانیت اس کے اصل یعنی آفتاب کی طرف سے آتی ہے تو وہاں ایک ایسی چیز حادث ہوتی ہے جسے قوس قزح کہتے ہیں اس میں قدرت الٰہی کے عجیب آثار نظر آئیں گے یعنی مختلف رنگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔

کیا تجھے یاد نہیں وہ بحث جو حکماء نے ہیولیٰ اور صورت کے متعلق لکھی ہے کہ ہیولیٰ اور صورت کے ملنے سے جو مختلف آثار صادر ہوتے ہیں۔ وہ نہ تو تنہا صورت سے پیدا ہو سکتے ہیں اور نہ تنہا ہیولیٰ سے بلکہ ان کا اصلی سبب وہ ہیئت ترکیبیہ ہے جو ہیولیٰ اور صورت سے پیدا ہوئی۔

تو اچھی طرح جان لو کہ کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو دو چیزوں کے ترکیب سے پیدا نہ ہوتی ہو، ان میں سے ایک تو حقیقی استقلالی وجود رکھتا ہے مگر وہ مستور ہے اور وہ قیوم ہے اور دُوسرا قیوم کے وجود کی وجہ سے موجود ہے مگر ہے ظاہر اور وہ ظل ہے یعنی ظل اور قیوم کی ترکیب سے تمام چیزیں حادث ہوتی ہیں۔

اس کے بعد جب ظلال بہت سے جمع ہو جاتے ہیں اور شخصیات بہت سی پیدا ہونے لگتی ہیں اس میں پہلا ظل دوسرے ظل پیدا ہونے کا ایک سبب اور ذریعہ بنتا ہے تو نقوش امکانیہ کی عجیب عجیب صورتیں اور نُورانی ہیاکل کی نئی نئی صورتیں کچھ ایسی جن کے آثار آپس میں ملتے جلتے ہیں اور کچھ ایسی جن کے آثار ایک دوسرے سے مخالف ہیں پیدا ہوتی ہیں اور قیوم جو ایک بحر رحمانی ہے اس کی سطح پر بلند موجیں ظاہر ہوتی ہیں جیسے کہ پہاڑ اور قیوم کے آئینے میں بے انتہا امکانی صُورتیں منطبع ہوتی ہیں جن میں آپس میں ایک خاص نظام کے ماتحت پختہ نسبتیں موجود ہوتی ہیں۔

یہ امکانی نقوش جو قیوم کی سطح پر حاصل ہوئے ان میں سے بعض الہٰی صورتیں ہیں اور وہ تجلیات کہلاتی ہیں اور بعض مخلوق کی صورتیں ہیں اور وہ ارواح اور مثال اور آسمانی جسم اور سفلی جسم (جیسے عناصر اور نباتات، حیوانات، انسان وغیرہ) ہیں۔

ہر صورت لاحقہ میں صورتِ سابقہ سے زیادہ قدرتِ الہٰی کے عجائبات نظر آتے ہیں اس لیے کہ پہلی صورت تو ایسی ہے جیسے صاف شیشہ میں ایک صُورت کا عکس آیا اور دُوسری صورت ایسی ہے جو ایک رنگین شیشے میں صُورت کا عکس پیدا ہو۔ ظاہر ہے کہ دُوسری صورت میں عجیب آثار زیادہ نظر آئیں گے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ نقوش امکانیہ پر جتنا غور جس قدر زیادہ کیا جائے گا اسی قدر حکمت صانع کی سمجھنے میں حیرت بڑھتی ہے اور کہنا پڑتا ہے: سُبحانک ما خلقت هٰذا باطلًا۔ سُبحانك لَا اُحصِي ثناءً عليك انت كما اثنيت على نفسك۔

ان نقوش امکانیہ کی حقیقت پر غور کیا جائے تو ان کی مثال اس سے زیادہ نہیں ہے جیسے کہ قندیل کے نقش و نگار قیوم کے چراغ کے نور سے چمک اٹھے ہیں یا رنگین نقوش ہیں جو وجود منبسط کی بساط پر بنائے گئے ہیں یا انعکاسی صورتیں ہیں جو اسم الٰہی کے آئینے میں منطبع ہوگئیں یا بڑی بڑی موجیں ہیں جو بحر رحمانی کی سطح پر متموج ہیں۔

لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ان ظلال کے لباس میں قیوم (بہت) زیادہ نہایت شدت سے چھپ گیا ہے باوجود اس کے کہ وہی پہلی چیز ہے جس کو انسان احساس کرتا ہے تو کہنا چاہیے کہ قیوم ظاہر ہے چھپنے کی حالت میں اور باطن ہے ظہور کی حالت میں۔

عام طور پر اہل علم ان مختلف صورتوں کو دیکھ کر الجھن میں پڑگئے اور قیوم کو سمجھنے سے پیچھے رہ گئے اور وہ کائنات کے پھولوں کی خوشبو سے مست ہوگئے اس لیے نفس رحمانی کی خوشبو سونگھنے سے محروم رہ گئے۔ یہاں تک کہ تنبیہ کے بعد بھی اس کی بات نہیں سننا چاہتے اور وہ اس کو بہت بعید جانتے ہیں کہ ایک معین شخص جو انتہا کثرت کا قیوم بن سکے۔

اور بحر کی مثال جو موجوں کا قیوم ہے اور اس نور کی مثال جو اشکال قندیلیہ کی قیوم ہے۔ اشکال قندیلیہ سے مراد ہمارے ہاں وہ تصویریں ہیں جو آئینہ کو کھود کر اس میں بنائی گئی ہوں۔ وہ تصویریں مراد نہیں جو فقط رنگ کے انعکاس سے پیدا ہوتی ہیں اور ہیولیٰ واحد شخصی کی مثال جو تمام کائنات عنصریہ کا قیوم ہے ان کے استبعاد کو دور کرسکتی ہے۔

ان مثالوں سے ہمارا مقصد سمجھنے کے لیے نظیر پیدا کرنا ہے، اس لیے ہیولیٰ کی نسبت ان چیزوں کی طرف جو اس میں حلول کرتی ہیں اس کے مشابہ ہے جو قیوم کی نسبت ظلال کی

ظرف ہے تو ہمارے مقصد کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ ایک ہیولیٰ تمام عناصر کا قیوم ہے۔ اس مثال پر یہ اعتراض کرنا کہ ہیولیٰ کی وحدت بھی طبعی کی وحدت کی طرح ہے صحیح نہیں۔ اس لیے کہ محقق حکماء اس طرح نہیں مانتے ان میں سے ایک صدر شیرازی ہے جس نے شرح ہدایۃ الحکمۃ میں تفصیل سے لکھا ہے۔

یہاں بعض اوقات شیطان لوگوں کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ ایک معین چیز کا کثرت کے لیے قیوم بننا تقسیم اور تجزیہ کے طور پر تو صحیح ہے۔ جنس کی مثال بحر اور نور دی جاسکتی ہے۔ چونکہ بحر کے بعض اجزاء بعض موجوں کے قیوم ہیں اور دوسرے اجزاء دوسرے نقش قندیلی کے لیے۔ مگر موحد عالم تو قیوم کا تجزیہ نہیں مانتے۔ ٭

اس کے جواب میں آئینہ پیش کیا جاسکتا ہے جو ایک ہی وقت میں تمام صور انطباعیہ کا قیوم ہے اور ایسے ہی ذہن کی مثال پیش کی جائے گی جو سارے کا سارا ایک ہی وقت میں تمام امور ذہنیہ کا قیوم ہے۔ یہ دو مثالیں اس وسوسے کو دور کرنے کے لیے کفایت کریں گی۔

اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ وجود منبسط اپنے بعض مظاہر میں طول، عرض، عمق کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو اس حالت میں تجزی اور تقسیم کی مثال بھی اس پر صادق آسکتی ہے اس لیے کہ یہ امتداد اس ظل کی طرف راجع ہوتا ہے جس سے ہیئت امتداد اس ظل کی طرف راجع ہوتا ہے جس سے ہیئت امتدادیہ پیدا ہوئی۔ قیوم کی طرف یہ تجزی راجع نہیں ہوتی۔

اب یاد رکھنا چاہیے کہ ظلال کی بعض قسمیں متبوع ہیں جو دوسرے کو اپنے ساتھ لاحق بنا لیتی ہیں اور بعض قسمیں تابع اور لاحق ہیں۔ عادت یہ بن گئی ہے کہ پہلی قسم کے ظلال کو صور نوعیہ کہا جاتا ہے اور دوسری قسم کے ظلال کو اعراض کہتے ہیں۔

عبقہ ۱۳۔ ظلال کے لیے مختلف احکام ثابت ہیں۔ ان کی پہلی تقسیم تو یہ ہے کہ ایک قسم وہ احکام ہیں جو ظلال کی ذاتی حیثیت سے اس کے لیے ثابت ہوتے ہیں یعنی دوسرے ظلال سے مقابلہ کرنے کا اس میں کوئی خیال نہیں ہوتا۔ اس قسم کے اندر

٭ موجوں کے قیوم ہیں اسی طرح نور کے اجزاء بعض تو ایک نقش قندیلی کے قیوم ہیں اور دوسرے اجزاء ٭

چار نوع کے احکام ضبط ہو سکتے ہیں :- (۱) وہ احکام جو سے کمال اور حسن ظاہر ہوتا ہو۔ یہاں کمال سے مراد یہ ہے کہ ان ظلال کے اصول کی جس قدر تقاضا ہے، وہ پورے کا پورا ان ظلال میں موجود ہے۔ مثلاً انسان کی حقیقت کے ظلال کامل جب ہوں گے جب ان کے لیے انسان کے تمام ظاہر اعضاء ثابت ہوں مثلاً دو آنکھیں، دو ہاتھ، دو کان، دو پاؤں اور اس طرح باقی اعضاء اور اس کے لیے انسان کے باطنی کمال بھی سب ثابت ہوں جیسے حواس، خیال، وہم، عقل اور اس طرح کی باقی صفات تو انسان کا ظل اس وقت کامل کہا جائے گا جب اس میں انسانیت کے ظاہری، باطنی سب ضروری چیزیں موجود ہوں گی۔ اور حسن سے مراد یہاں یہ ہے کہ اصل والے آثار اور احکام ظل کے لیے اس طرح ثابت ہوں جس مناسبت سے اصل میں موجود تھے۔ جو چیز آگے ہے وہ آگے ہو اور جو پیچھے ہے وہ پیچھے ہو۔ جن دو چیزوں میں مناسبت اور محاذات پائی جاتی ہے اسی طرح ظل میں بھی مناسبت اور محاذات موجود ہو اور جو چھوٹی ہے وہ چھوٹی رہے اور جو بڑی ہے وہ بڑی ہو۔ اسی طرح کی اور چیزیں جن کی مثالیں ظاہر ہیں ظل میں اصل کے مطابق پائی جائیں یعنی ظل میں ان اشیاء کی صورت ویسی ہی ہو جیسی صورت اصل میں تھی۔

(۲) وہ احکام جن سے نقص اور قبح پیدا ہوتا ہے۔ یہاں نقص سے مراد ہے کہ جن چیزوں کو اصل تقاضا کرتی ہے وہ ساری کی ساری یہاں موجود نہ ہوں جیسے اندھا ہونا، بہرا ہونا، عنین ہونا، پاگل ہونا اور قبح سے مراد یہ ہے کہ آثار اور احکام اس صورت کے خلاف ہوں جس کو اصل تقاضا کرتی ہے جیسے حد سے زیادہ لمبا ہونا یا حد سے زیادہ چھوٹا ہونا یا ایک آنکھ کا دوسری آنکھ سے بڑا ہونا اور اسی قسم کے اور نقصان۔ اور اس کا جو اصلی سبب ہے وہ یا تو یہ ہوتا ہے کہ استعداد پیدا کرنے والی قوتیں پوری نہیں ہوتیں اور یا یہ ہوتا ہے کہ منافی قوتیں زور پر ہوتی ہیں اور موافق قوتیں کمزور۔

ناقص کی ایک مثال یہ ہے کہ چھوٹے آئینہ میں صورت کا عکس ہو جس میں سارا

وجود نظر ہی نہیں آسکتا جس قدر نظر آسکتا ہے وہ صحیح ہوتا ہے اور قبیح کی ایک مثال یہ ہے کہ ایسے آئینے میں صورت کا عکس پڑے جہاں صورت بہت چھوٹی یا بہت بڑی نظر آئے اصل سے اس کا تناسب بگڑ جائے یا صورت الٹی نظر آئے۔

(۳) وہ قسم ہے جس میں کمال موجود ہو اور حسن نہ پایا جائے بلکہ قبیح ہو۔

(۴) وہ احکام ہیں جن میں حُسن کے ساتھ کمال نہ ہو بلکہ نقص پایا جائے۔

یہ چار قسمیں ان احکام کی ہیں جو ظلال کے لیے فی حد ذاتہ ثابت ہوتی ہیں۔ ظلال کے لیے جو احکام صادر ہوتے ہیں اس کی دوسری قسم وہ احکام ہیں جو ان کے لیے دوسرے ظلال کے لحاظ سے حاصل ہوتے ہیں اور ان کی دو قسم ہیں :-

(۱) پہلی قسم وہ احکام ہیں جو مناسبت سے تعلق رکھتے ہیں اور (۲) دوسری قسم وہ احکام ہیں جو منافرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ پہلی قسم کے احکام کی دس مثالیں حسب ذیل ہیں :-

(۱) دوسری چیز میں استعداد پیدا کرنا۔ (۲) دوسری چیز کے لیے شرط کا کام دینا۔ (۳) دوسرے حکم کے لیے علت بننا۔ (۴) کسی دوسری چیز کے لیے لازم بننا۔ (۵) کسی دوسری چیز کو اپنا لازم بنانا۔ (۶) کسی مانع کو رفع کرنا۔ (۷) التکمیل اس کا مطلب یہاں یہ ہے کہ دوسری چیز کے نقصان کو پورا کرنا، اس طرح کہ اپنے اصل کے تقاضا کے مطابق آثار اس نقصان کے خلاف پیدا کر دے۔ (۸) التحسین اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک قبیح امر میں ایسے آثار پیدا کیے جائیں جو اس کی اصلاح کر دیں اور وہ آثار اس ظل کے اصل کا ذاتی تقاضا ہوں (۹) الاعانۃ اس کا مطلب یہ ہے کہ مخالف قوتوں کو ضعیف بنانا اور موافق قوتوں کو تقویت دینا (۱۰) التناسب اس کا مطلب ہے کہ اس چیز اور دوسری چیزیں جو ایک طرح قباحت رکھتی ہیں ایسی نسبت پیدا کر دینا جس سے ہیئت مستحسنہ حاصل ہو جائے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک نقش جس میں بہت سے رنگ بھرے ہوئے ہوں اس میں سیاہی کو حسن اور خوبی کا ایک مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس مجموعی حیثیت کی نظر سے جو اکیلے سیاہی کو وہ حسن کبھی حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔

اور اسی قسم میں سے شمار کرنا چاہیے ان افعال کو جن سے انسان کے معاش یا معاد میں کوئی خوبی پیدا ہوتی ہے تو یہ افعال انسان کے لیے تحسین پیدا کرنے والے مانے جائیں گے اور اسی طرح (۱) پسندیدہ اخلاق (۲) اچھے ملکات (۳) اچھے اعتقادات (۴) بدن انسانی کے عمدہ اخلاط جیسے خون صفراء وغیرہ (۵) وہ دوائیں جو اخلاط صالح کو قوت دینے والی ہوں یا اخلاط فاسدہ کو دور کرنے والی ہوں تو یہ سب چیزیں بھی انسان کے لیے تکمیل اور تحسین کے اسباب ہیں۔

اور اسی قسم میں سے شمار کرنا چاہیے (۱) انبیاء (۲) ہدایت دینے والے عالم (۳) اجتماع کے امام (۴) عدالت قائم کرنے والے قاضی۔ یہ بھی انسان کی تکمیل کے آثار ہیں۔

دوسری قسم وہ اقسام ہیں جو اس قسم کے آثار پیدا کرتے ہیں جو مفصلہ ذیل آٹھ صورتوں کو مستلزم ہیں:-

(۱) المنافرت۔ (۲) ایک دوسرے کی نفی کرنا (۳) ایک دوسرے کا نقیض ہونا۔ (۴) دوسرے کے آثار کو ظاہر ہونے سے مانع بننا (۵) ظہور آثار سے منع کرنے والی چیز کو قوت دینا (۶) معاون کو کمزور بنانا (۷) کسی دوسری چیز کو باطل بنانا (۸) ناپسندیدہ صورت پیدا کرنا۔

اسی قسم سے سمجھنا چاہیے:- (۱) قتل (۲) کاٹنا (۳) پھاڑنا (۴) جلانا (۵) درد پہنچانا (۶) نجاست۔ اس لیے کہ یہ کام بھی انسان کے ذاتی تقاضے یعنی عبادت سے روکتے ہیں۔

اسی طرح سمجھنا چاہیے:- (۱) افعال ممنوعہ (۲) اخلاق خبیثہ (۳) امراض (۴) تمام زہریلی چیزیں۔ چونکہ یہ تمام چیزیں بھی انسان کے ان آثار کو روکتی ہیں جیسے اس کی اصلی تقاضا کرتی ہے۔

اور اسی قسم سے سمجھنا چاہیے ان لوگوں کو جو گمراہی پھیلاتے ہیں اور ان لوگوں کو جو فساد کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

شروع مبحث سے یہاں تک ظلال کے ہر قسم کے مختلف احکام بیان ہو چکے۔ اس کے بعد پہلے اصول کے احکام بتلائے جائیں گے۔ پھر وجود منبسط کے احکام لکھیں گے۔ اور اس پر یہ عبقہ ختم ہو جائے گا۔

اصولِ ظلال کا احکام ظلال میں سے کسی ایک چیز سے بالفعل موصوف نہ ہونا ظاہر ہے چونکہ ظلال کے احکام اصول ظلال تک نہیں پہنچتے۔

ظلال موصوف بالوجود ہوتے ہیں اور اصول موصوف بالثبوت ہیں اور دونوں کا فرق ظاہر ہے۔

ایک شبہ اور اُس کا حل

تناقض کی نسبت مشہور ہے کہ وہ حقائق اور مفاہیم کا ایک حکم ہے چونکہ موجودات اور اعیانِ خارجہ میں تناقض کا پایا جانا ممکنات میں سے ہے۔ یہاں سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اصول ظلال تناقض سے بالفعل موصوف ہو سکتے ہیں تو اس کو یوں دفع کرنا چاہیے کہ ہم نے جس تناقض کو ظلال کے احکام میں شمار کیا ہے اس سے مراد مزاحمت ہے اور مزاحمت وجود کے بغیر متحقق نہیں ہوتی اس لیے کہ درجہ ثبوت میں ایک نقیض دوسرے نقیض کے مزاحم نہیں ہے۔ مزاحمت فقط وجود کے بعد متحقق ہوتی ہے۔ اس لیے اصول اس سے کبھی موصوف نہیں ہو سکتے۔

ظلال کے احکام سے اصول کا بالقوۃ موصوف ہونے کے متعلق ایک حکم نہیں دیا جاسکتا۔ موصوف بالقوۃ ہونے کا مطلب یہاں یہ ہے کہ جب اصول اپنے ظلال کے ذریعہ سے موجود ہوں گے تو فلاں فلاں چیز کا تقاضا کریں گے اس لیے کہنا چاہیے کہ جو احکام نقص اور قبح پیدا کرتے ہیں ان سے اصول کبھی موصوف نہیں ہو سکتے۔ اگر اس طرح مان لیا جائے تو پھر وہ نقص اور قبح نہیں رہے گا بلکہ کمال اور حسن بن جائے گا۔ اس لیے جو ظلال ان اصول سے حادث ہوں گے ان کا کمال اور حسن یہ ہے کہ اپنے اصول کے مطابق ہوں۔ جب یہ چیزیں اصول میں پائی جائیں گی اور ان کا اثر ظلال میں موجود ہوگا تو اس قاعدہ کے مطابق وہ کمال اور حسن بن جائے گا۔

اب وہ احکام جو تناسب اور تنافی پیدا کرتے ہیں۔ اگر ان کی حقیقت یہ ہے کہ ان احکام کی قوت ظاہر ہوتی ہے تو اصول بالقوۃ موصوف ملنے جائیں گے۔ اور اگر حقیقت یہ ہے کہ ان احکام سے کمزوری اور آثار کا عدم ظہور ظاہر ہوتا ہے تو اصول ان احکام سے بالقوۃ موصوف نہیں مانے جائیں گے۔ ان کی ایک مثال یہ ہے کہ کسی چیز کا قاتل اور محرق ہونا۔ چونکہ اظہار قوت پر مبنی ہے۔ اس لیے اصول کی وصف میں آسکے گا۔ اور کسی چیز کا مقتول اور محرَق ہونا ضعف، اور عدم قوت پر دلیل ہے تو اصول اس سے موصوف نہیں ہوسکتے۔

یہاں اصول کے احکام ختم ہوئے =

وجود منبسط نفس ظلال سے تو موصوف ہی ہے مگر یہ اتصاف انتزاعی ہے یعنی وہ ظلال کے لیے منشا انتزاع بنتا ہے۔

وجود منبسط کا احکام ظلال سے موصوف ہونا ایک قاعدے کے ضمن میں بیان کیا جاسکتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہر ایسا حکم جو فقدان پر دلالت کرتا ہو یا جس سے نظام مختل ہوتا ہو یا جو تنافی پر دلالت کرتا ہو جو وجود منبسط اس سے بری ہے وہ کبھی نقص و قبح و نجاست و اَلم اور اسی قسم کی اور چیزوں سے موصوف نہیں ہوسکتا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ نور محض ہے اور خالص وجود ہے۔ تمام فعلیتیں اس کی طرف راجع ہوتی ہیں یعنی پھر ایسی چیزیں جن میں عدم کی بو آتی ہو جیسے نقص و قبح اس کی طرف کیسے رجوع کرسکیں گے۔ اور اگر وہ احکام جو فقدان پر دلالت کرتے ہیں جس فقدان سے نور منبسط اور حقائق کے باہمی علاقے کا ضعف مراد ہے۔ ان احکام سے بھی کبھی موصوف نہیں ہوسکتا۔ اس لیے سمجھنے کے لیے یہ مثال کافی ہوگی کہ ہیاکل قندیلیہ فرض کرو کہ روشن نہیں ہوتیں اس لیے کہ ان کی محاذات نور سے ٹھیک نہیں تو کیا اس صورت میں نور میں کوئی نقص ثابت ہوسکتا ہے؟

البتہ اگر ہیاکل قندیلیہ کا روشن نہ ہونا ضعف نورانیت کے سبب سے ہوتا تو نور کو موصوف بالضعف کہہ سکتے مگر ہم نے ایسی صورت فرض کی ہے جس میں عدم تنور کی وجہ علّت محاذات ہے نہ کہ ضعف نورانیت۔ تو یہ مثال ہمارے مطلب کو ٹھیک واضح کرتی ہے۔

پھر اس کے بعد یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر ایسی چیز جو نظام خاص کی نسبت ایک خلل کا باعث بنتی ہے جب اسے عام کامل نظام کا جزو بنایا جاتا ہے تو وہ کمال بن جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا نہ ہونا اس پورے نظام کو ناقص بنا دیتا ہے۔

اس کی مثال پہلے گزر چکی ہے۔ سیاہ رنگ نقص پر دلالت کرتا ہے مگر قالین کے مجموعی نقش و نگار میں حسن پیدا کر دیتا ہے۔

اسی طرح ایک قبیح کو تمام کائنات کے نظام کا جزء بنا کر دیکھا جائے گا تو وہ قبیح نہیں رہے گا۔

اسی صورت میں تمام چیزیں وجود منبسط کی نسبت خیر و کمال کے مظہر اور حسن و جمال کے آئینے بن جائیں گے۔

سُبْحَانَكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔

والشر لیس الیک یعنی شر ہونے کی وجہ سے اسے تیری طرف نسبت نہیں کر سکتے۔
اس کی نظیر وہ مسئلہ ہے جس پر اتفاق رکھتے ہیں کہ قبیح کا پیدا کرنا قبیح نہیں ہے۔ باوجودیکہ قبیح کی قیومیت سے اس کے بُرے آثار کی تکمیل پیدا ہوتی ہے تو اس میں ایک خاص شان ہے اور اس کو جود سے تعبیر کیا جاتا ہے كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا

اس کی ایک مثال: جب اچھے لوہے سے ایک تلوار بنائی جائے جو چھری سے ملتی جلتی ہو تو یہ تلوار اگرچہ اچھی نہیں، سیفیت کا مفہوم اس سے پورا ادا نہیں ہوتا۔ مگر اس کی وجہ سے وہ اچھا لوہا جس سے تلوار بنائی گئی ہو بُرا نہیں ہو جاتا۔ اور اس کی خوبی بیکار نہیں رہتی۔ بلکہ آثار عجیبہ کا مظہر بنتی ہے۔ وہ آثار نہ تو تلوار سے پیدا ہو سکتے تھے اور نہ چھری وہ کام کر سکتی تھی۔

وجود منبسط کا ایسے احکام سے موصوف ہونا جو حقائق امکانیہ سے ایک قسم کی منافات رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ نہیں ہو سکتا۔ یعنی وجود منبسط اور حقائق امکانیہ آپس میں اتصال رکھتے ہیں۔ تو جو چیز منافات پر دلیل ہوگی اس کو وجود منبسط برداشت

نہیں کرے گا۔

اسے کیسے برداشت کرسکتا ہے؟ کبھی یہ بات عقل میں نہیں آتی ہے کہ جو چیزیں نور سے منور ہوتی ہوں نور ان کے منافی ہوگا۔

پس سمجھنا چاہیے کہ وجود منبسط فی حد ذاتہ نور علیٰ نور ہے اور ظہور فی ظہور ۔حسن اور جمال سے بھرا ہوا ہے، جود اور عطا کا خزانہ ہے۔

ہاں! ایک صورت ایسی ہے کہ وجود منبسط کو مطلق الشئ کے درجہ پر لیا جائے جو عدم اور وجود سے عام ہوتا ہے تو اس وقت اس کو تمام نقائص اور قبائح کی صفات سے موصوف کرنا ممکن ہے لیکن تم جانتے ہو کہ یہ درجہ واقع نہیں ہے۔ فقط انسانی عقل اپنے تصور میں اس کو اختراع کرتی ہے۔ واقعی طور پر چیز یا موجود ہوگی یا معدوم۔

ایک چیز کے تصوّر کے تین درجے ہیں:۔

۱۔ بشرط شئ ۔شئ سے مراد یہاں وجود ہے۔

۲۔ بشرط لاشئ ۔ یہ عدم کے مساوی ہے۔ یہ دونوں درجے واقعی ہوتے ہیں۔

۳۔ لابشرط شئ ۔ یہ مطلق الشئ کا درجہ ہے جس میں نہ تو وجود کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور نہ وجود کی نفی کا۔ بلکہ پہلے دونوں درجوں سے عام ہوتا ہے ۔ یہ چونکہ ایک فرضی چیز ہے اس لیے عرفان کے کسی موطن میں اس کی کوئی آواز نہیں۔ اور جس قدر یقین حاصل کرنے کے موقف ہیں۔ وہاں اس فرضی چیز کا کہیں ٹھکانا نہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ